



جان کرز

آفتاب احمد

خالی سکات

جب ریچرڈ براق مونٹ نے پیرس کے ایک ہوٹل میں کمرہ نمبر کرائے پر لیا تو اس وقت تک تین آدمی اس کمرے کی کھڑکی سے لٹک کر خودکشی کر چکے تھے۔ مزے کی بات یہ تھی کہ ان تینوں نے جمعہ کے دن شام کو چھ بجے خودکشی کی تھی۔ ان میں سے ایک تو سوئٹزرلینڈ کا رہنے والا تھا اور کسی فرم میں سیلزمین تھا، ہفتے کی شام تک اس کی موت کی خبر کسی کو نہیں ملی تھی، اس شام ڈاکٹروں نے لاش دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اس نے ایک دن قبل پانچ اور چھ بجے کے درمیان خودکشی کی ہوگی، اس کی لاش کھڑکی کے مضبوط ٹھک سے لٹک رہی تھی اور اس نے خودکشی کے لئے پردوں والی سڑک رنگ کی رسی استعمال کی تھی، لوگ اس کی موت پر حیران تھے، کیوں کہ وہ کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، شادی شدہ اور چار بچوں کا باپ تھا، ہنس سکھا اور خوش باش نوجوان تھا، ہر وقت ہنستا ہوا بظاہر اسے کوئی غم نہیں تھا، جس کی بنا پر وہ خودکشی کرتا ابھی اس کی موت کا مسئلہ لوگوں کے لئے راز بنا ہوا تھا کساگلے جمعہ کو اداکار کرل کلارز کی خودکشی نے سارے شہر کو چونکا دیا، اداکار کی پراسرار خودکشی سے سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی۔ وہ اپنے شہر کی نہایت ہی ہر دلنیز شخصیت تھی، روپے پیسے کے معاملے میں اسے کسی چیز کی کمی نہیں تھی اور وہ شہرت کے بام عروج پر پہنچ

چکا تھا، اس کی موت پر عام لوگوں نے بڑا ماتم کیا۔ شہر کے ہر بڑے چھوٹے نے خودکشی کی ان پراسرار وارداتوں کی غیر جانبدارانہ تحقیق کا مطالبہ کیا۔ دوسری طرف ہوٹل کی مالکہ میڈم ڈوبال کی آمدنی میں خاصی کمی واقع ہوگئی، کیوں کہ لوگوں نے اس ہوٹل میں آمد و رفت کم کر دی اور اس کمرے کو بالکل چھوڑ دیا، میڈم ڈوبال اس صورت حال سے بہت گھبرا گئی اور اس نے شہر کے کمشنر سے اپنی مدد کے لئے درخواست کی۔ کمشنر نے ہوٹل کی منتظمہ کی درخواست پر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کو تحقیق کے لئے مقرر کیا، پولیس کا یہ افسر نہایت نڈر، بہادر اور جری تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ اس نے ڈاکوؤں کے بڑے بڑے گروہوں کو اکیلے ہی لڑ کر شکست دی ہے، لوگوں کا خیال تھا کہ شہر میں اس افسر کے علاوہ کوئی اور جن اور جھوٹ کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا، چناں چہ وہ اتوار کی صبح کو ہوٹل کے اسی کمرے میں آگیا اور حالات کا جائزہ لینے

لئے وہاں رہنے لگا، ہر صبح اور شام کو وہ پولیس اسٹیشن جاتا اور دن بھر کی کارروائی کی رپورٹ دیتا، تفتیش کے ابتدائی ایام میں اس نے صرف اتنی رپورٹ درج کرائی کہ اُس نے کوئی خاص قابل ذکر بات نہیں دیکھی، بلکہ کے دن وہ پولیس اسٹیشن پہنچا اور وہاں جا کر اطلاع دی کہ وہ اصل معاملہ کی تہہ تک پہنچ چکا ہے لیکن اس وقت تک کوئی راز افشا نہیں کرے گا جب تک اسے کوئی ثبوت نہ مل جائے۔ جمعہ کی صبح کو اس نے محسوس کیا کہ اس کا دل دھڑک رہا ہے اور چہرہ پہلے سے زیادہ سُرخ ہو گیا ہے۔ اس شام وہ پولیس اسٹیشن نہ جاسکا۔ رات کو جب پولیس کمشنر کی معیت میں وہاں پہنچی، اس نے دیکھا کہ پولیس افسر کی لاش کھڑکی کے اسی مضبوط ہگ سے لٹک رہی ہے اور اس نے بھی خودکشی کر لی ہے۔ اس خودکشی نے سارے ہوٹل میں دہشت پھیلا دی اور تمام لوگوں نے اسی وقت ہوٹل چھوڑ دیا، رپرڈ براق مونٹ جو طب کا طالب علم تھا، اس واردات کے تین ہفتے بعد وہاں پہنچا اور اس نے کمشنر کو ان پُر اسرار اموات کے راز سے پردہ ہٹانے کا یقین دلایا، پولیس کے افسروں نے اسے بتایا کہ تینوں نے جمعہ کے روز شام کو چھ بجے خودکشی کی اور جب ان کی لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا گیا تو سب کے منہ میں سے ایک ٹکڑی نکل، براق مونٹ نے ان کی موت سے متعلقہ تمام باتوں کو نوٹ کر لیا، اور خود وہاں رہنے لگا، اپنی رہائش کے دوران وہ روزانہ واقعات کو ڈائری میں لکھ لیتا اور لکھتا رہتا تھا۔ پولیس اسٹیشن جا کر ان کی اطلاع کرتا، اس کی ڈائری کے اوراق خودکشی کی ان پُر اسرار واردات پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔

۲۸۔ فروری: سوموار۔ میں کل رات اس

ہوٹل میں پہنچا۔ سوٹ کیس سے سامان نکال کر اسے کمرے میں ترتیب سے رکھ دیا ہے۔ رات خوب مزے سے سو یا، صبح نو بجے ہوٹل کی منتظمہ میرے لئے ناشتہ لے کر آئی۔ میں نے منہ ہاتھ دھویا، کپڑے پہنے اور ناشتہ کیا، ناشتہ بڑا لذیذ تھا۔ مجھے اس چیز کا پورا احساس ہے کہ یہ کام بہت خطرناک ہے۔ لیکن اگر میں نے اس راز کو حل کر لیا تو ہمیشہ کے لئے غربت کے بوجھ تلے سے نکل آؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ مجھے اپنی زندگی ہی داؤ پر لگانا پڑے، لیکن میں نے اسے حل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کم از کم تین آدمیوں نے اس مسئلے کو حل کرنے کی درخواست کی، لیکن میری خوش نصیبی ہے کہ مجھے یہ کام مل گیا۔ اس کام کو حاصل کرنے کے لئے مجھے پولیس اسٹیشن کے صبح سے شام تک بیسیوں چکر کاٹنے پڑے۔ شاید میرے اس حوصلے اور عزم کو دیکھ کر کمشنر نے مجھے اس کام کے لئے موزوں خیال کیا، میں نے کمشنر کو اپنے کام کی تفصیلات سے بھی آگاہ کیا۔ اس نے ہوٹل کی منتظمہ سے کہہ کر میری رہائش کا ہوٹل میں انتظام کرایا اور وہاں طور پر درخواست کی کہ مجھے ہر غنیمت دی جائے۔ میرے آرام کا خوب خیال رکھا جائے، اس نے مجھے ایک نیار یو اور اور لوہے کی ایک سلاخ بھی دی تاکہ میں اپنی حفاظت کر سکوں، میری دیکھ بھال و تحفظ کے لئے پولیس کا عملہ متعین کیا، اس کے علاوہ مجھے ایک ٹیلی فون بھی دیا گیا، تاکہ میں اسے وقتاً فوقتاً استعمال کرتا رہوں۔ میں ان تمام مراعات کے لئے کمشنر کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یکم مارچ: منگل۔ نہ آج اور نہ کل ہی کوئی خاص واقعہ پیش آیا، میڈم ڈوبال نے پردے اٹکانے کے لئے سُرخ رنگ کی نئی رسی بھیج دی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس اس قسم کی بے شمار رسیاں ہیں، جب

بھی وہ میرے کمرے میں آتی ہے میرے لئے کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز ضرور لاتی ہے۔ اس کے ذہن میں خودکشی کی واردات کی عجیب و غریب تشریح موجود تھی، اس کے نزدیک اداکار کرل کرازنے اس لئے خودکشی کی کہ وہ جس لڑکی کو پسند کرتا تھا، اس سے شادی نہ کر سکا۔ پولیس آفیسر نے اس لئے خودکشی کی کہ وہ اُس سے (منتظمہ سے) بد لینا چاہتا تھا اور اس کا کاروبار ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔ بڑی عجیب و غریب عورت ہے۔ خودکشی کی کوئی نہ کوئی توجیہ کرتی رہتی ہے، لیکن مجھے اس کی کسی بات پر یقین نہیں۔ ہاں اس کی آمد سے تھوڑی دیر کے لئے جمود ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ مارچ: جمعرات۔ ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا۔ کمشنر نے کئی دفعہ فون پر خیریت دریافت کی ہے میں نے اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ سارا معاملہ ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے، گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، میں نے اپنی کتابیں نکال لی ہیں اور پڑھنا شروع کر دیا ہے، اس طریقے سے کمرے کی وحشت کچھ دیر کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ ۴۔ مارچ: جمعہ۔ میں نے دوپہر کو بڑا اچھا کھانا کھایا میڈم ڈوبال نے کمانے کے ساتھ مجھے نہایت عمدہ خراب پلائی۔ اس قسم کا کھانا عموماً مرنے سے پہلے کھایا جاتا ہے۔ اس نے رورو کر مجھ سے درخواست کی کہ میں شام ہونے سے پہلے کمرے سے نکل جاؤں، میں نے پردے لٹکانے والی رسی کو بغور دیکھ لیا ہے، کیا مجھے اس کے ساتھ خودکشی کرنی ہے؟ رسی ٹرخ رنگ کی نہایت مضبوط ڈوری سے بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ خودکشی کرنے کے لئے اس کی گرہ بنانے میں خاصی قوت ارادی درکار ہے۔ میں میز کے قریب بیٹھا ہوں۔ میرے بائیں طرف ٹیلی فون ہے اور اب مجھے کسی سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چوبچ گئے ہیں، مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک میرے ساتھ

کچھ بھی پیش نہیں آیا، ہاں، میں کھڑکی کے قریب جلنے کی ناقابل برداشت کشش محسوس کرتا ہوں۔ کمشنر نے مجھے ابھی فون کیا ہے۔ وہ میرے لئے کافی پریشان ہے۔ میڈم ڈوبال بھی ایک دفعہ کمرے سے پھر کھینچ گئی۔ آج وہ بہت خوش ہے، کم از کم کافی مدت بعد ایک آدمی تو کمرہ سے زندہ بچ نکلا۔

۵۔ مارچ: سوموار۔ میرا خیال ہے کہ مجھ سے پہلے لوگوں کی خودکشی محض ایک اتفاقی حادثہ تھا۔ لیکن پولیس کو ایسا بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ کم از کم میں یہاں مفت رہ رہا ہوں، اور مجھے جتنا عرصہ اس طرح آسائش میں رہنے کے لئے مل جائے۔ اتنا ہی اچھا ہے۔

۹۔ مارچ: بدھ۔ میں ایک اور وجہ سے بھی یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اور وہ ہے کلاری مونڈ۔ ایک طلسمی آنکھوں والی لڑکی جو میرے کمرے کے سامنے والے مکان میں رہتی ہے۔ مجھے کسی نے اس کا نام نہیں بتایا لیکن میرا خیال ہے کہ اس کا نام کلاری مونڈ ہی ہونا چاہئے۔ وہ ہر وقت اپنے مکان کی کھڑکی میں، جو میرے کمرے کی طرف کھلتی ہے بیٹھی رہتی ہے، مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ اس نے پہلے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر مجھ میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا۔ میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ اس سے محبت کرنے لگ جاؤں۔ مجھے تو اپنی کتابیں پڑھنے سے فرصت ہی کہاں کہ میں ایک لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو جاؤں؟ میرا خیال ہے کہ وہ اس گھر میں بالکل حق نہ رہ رہی ہے اس کے مکان میں تین کھڑکیاں ہیں، لیکن وہ ہمیشہ اس کھڑکی میں اٹھ بیٹھے گی جو میرے کمرے کے سامنے کھلتی ہے، وہ وہاں بیٹھ کر پانی طرز کے چرنے پر سوت کاتی رہتی ہے۔ اس کا چہرہ نہایت ہی عمدہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ہے۔ جس سوت کو وہ کاتی ہے، یقیناً وہ بھی عمدہ قسم کا ہوگا۔ کھڑکی کے

پردوں کے پیچے بیٹھی وہ سارا دن کام کرتی رہتی ہے۔
میں نے اس کے کمرے میں کبھی روشنی نہیں دیکھی، وہ
مفلک و صورت کی کیسی ہے؛ کچھ یقین سے نہیں کہا
جاسکتا، لیکن میرا خیال ہے کہ اس کے بال روشنی اور
سیاہ ہیں۔ اس کی پتلی اور چھوٹی سی ناک یقیناً
خوبصورت ہوگی۔ اس کے ہونٹ ہلکے زرد معلوم
ہوتے ہیں۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں عجیب و غریب
روشنی سے منور دکھائی دیتی ہیں اور جب وہ انھیں
کھولتی ہوگی تو کمرے کا اندھیرا چھٹ جانا ہوگا۔ پردوں
کے پیچے اسے اتنی دُور سے صاف طور پر نہیں دیکھا
جاسکتا، وہ ہر وقت سیاہ کپڑوں میں بلبوس رہتی ہے،
اور اپنے ہاتھوں کو بھی اس نے سیاہ دستالوں سے
ڈھانپ رکھا ہے۔ ہمارا آپس میں کوئی تعلق نہیں،
میں جب بھی اسے دیکھتا ہوں وہ مسکرا دیتی ہے، اور
جواباً مجھے بھی مسکرایا پڑتا ہے۔ میں نے اس سے ملنے
کا فیصلہ کیا ہے، لیکن جب اس سے ملنے کا پروگرام
بنانا ہوں تو کسی نہ کسی وجہ سے مجھ کو وہ پروگرام ملتوی
کرنا پڑتا ہے۔

۱۔ مارچ: جمعرات۔ کل رات میں کافی دیر تک
مطالعہ کرتا رہا۔ بستر پر لیٹ کر کلاری مونڈ کے متعلق
ہوائی قلعے بناتا رہا، پھر سہ پہر میں مجھے کب نیند آگئی۔
صبح میں بڑی دیر سے اُٹھا۔ جب میں کھڑکی کے پاس
گیا، کلاری مونڈ حسب معمول اپنی کھڑکی میں بیٹھی ہوئی
تھی۔ میں نے اپنی آنکھوں کے اشارے سے اسے
سلام کیا، اور اس نے سر ہلا کر جواب دیا، میں بہت
ضروری کام کرنا چاہتا تھا، لیکن پتہ نہیں مجھ میں بچپن
کی کیفیت کیوں پیدا ہوگئی ہے، میں کھڑکی میں بیٹھ گیا
اور اسے دیکھنے لگا، اس نے بھی میری طرح اپنے
ہاتھوں کو باندھ لیا ہے۔ میں نے پردوں کی رسی

کو پکڑ کر کھینچنا شروع کیا اور اس نے بھی میری طرح
اپنے پردوں کی رسی کھینچنا شروع کر دی۔ ہم اس
حالت میں تقریباً ایک گھنٹہ بیٹھے رہے ہوں گے۔ بعد
میں وہ سوت کا تنے لگ گئی۔

۱۲۔ مارچ: ہفتہ۔ دن بہت تیزی سے گزر
رہے ہیں، میں کھانا کھاتا ہوں، کام کر کے سو جاتا
ہوں، مطالعہ کرنے کی بہت کوشش کرتا ہوں لیکن
میرے خیالات کلاری مونڈ کی یاد سے پراگندہ رہتے
ہیں، اور میں کسی کام کی طرف توجہ نہیں دے سکتا۔
میں کلاری مونڈ کا مسکرا کر استقبال کرتا ہوں، اور
جواباً وہ بھی مسکرا دیتی ہے۔ ہم گھنٹوں تک ایک
دوسرے کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کل شام چھ بجے میں نے
بڑی بے چینی اور اضطراب محسوس کیا، کمرے سے
عجیب قسم کی وحشت پسندی تھی۔ میں کھڑکی کے پاس
چلا گیا اور وہاں کلاری مونڈ کو حسب معمول چرخہ
کاتے دیکھا۔ اس سے بل کر عجیب و غریب خوشی
محسوس ہوئی اور میری تمام بے چینی ختم ہوگئی۔ جمعہ
کا دن تھا اور چھ بج رہے تھے۔ مجھے کمشنر کا فون موصول
ہوا۔ مجھے کمشنر کی بے جا مداخلت پر بہت غصہ آیا اس
کم بخت کے فون نے میرے خوابوں کا سلسلہ منقطع کر دیا۔
دوسری صبح وہ میڈم ڈوبال کے ہمراہ مجھے دیکھنے آیا۔
انھیں اس بات کی بڑی خوشی ہوئی کہ کم از کم میں نے
مزے میں رہنے کا انتظام کر لیا ہے۔ کمشنر نے مجھ سے پہلی
مداخلت کے متعلق پوچھا۔ میں نے اسے یہ کہہ کر ٹال
دیا کہ کچھ دنوں تک میں اسے مکمل اور ٹھوس حقائق
پیش کروں گا۔ جب شام ہو جاتی ہے اور بیچ روشن
کر لیتا ہوں تو پھر کلاری مونڈ مجھے نظر نہیں آتی، شاید
شام پڑتے ہی وہ اندر چلی جاتی ہے۔ میں نے اسے
کبھی نگلی میں بھی نکلنے نہیں دیکھا، میں پڑھنے کی بہت

کوشش کرتا ہوں لیکن ساری رات بھٹکل دو تین صفحے پڑھ سکتا ہوں اور ان کو اچھی طرح یاد نہیں کر پاتا۔
کلاری مونڈ کے علاوہ میرے ذہن میں اور کوئی خیال نہیں سما سکتا۔ کلاری مونڈ ہی میرے لئے حقیقت بن چکی ہے۔

۱۳۔ مارچ: اتوار۔ آج صبح میں نے ایک نہایت ہی الم ناک واقعہ دیکھا، میں ہوٹل کے برآمدے میں گھوم رہا تھا۔ میں نے برآمدے میں کھلنے والی کھڑکی کے پاس مکڑی کا جالا دیکھا، جالے کے درمیان ایک بہت بڑی مکڑی بیٹھی ہوئی تھی۔ میڈم ڈوبال اس جالے کو ختم کرنے کے حق میں نہیں کیوں کہ اس کے نزدیک مکڑی خوش قسمتی کی نشانی ہے، اسی وقت میں نے ایک مکڑے کو جالے کے گرد منڈلاتے دیکھا۔ اس نے پوری قوت سے جالے کو توڑنے کی کوشش کی لیکن ایسا نہ کر سکا، وہ اندر بٹھی ہوئی مکڑی کو بڑے پیار سے دیکھ رہا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جالے کے اندر چلا گیا، اور مکڑی نے بڑے جوش سے اس کا استقبال کیا۔ کافی دیر تک وہ بے حس و حرکت ایک دوسرے سے جڑے بیٹھے رہے۔

کچھ دیر بعد مکڑے نے، مکڑی کے بازوؤں سے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی، معلوم ہوتا تھا کہ وہ وہاں سے جلد ہی بھاگ جانا چاہتا تھا۔ اچانک وہ وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور وہاں سے بھاگ نکلا، لیکن اسی لمحے مکڑی بھی جالے سے نکل پڑی اور بڑی تیزی سے اس کا پیچھا کرنے لگی تھوڑی دیر بعد دونوں ہی کھڑکی کے تختے پر آ گئے، مکڑے نے پھر سے بھاگنے کی کوشش کی، لیکن مکڑی نے اسے اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور اسے واپس جالے میں لے آئی۔ پہلے تو اس نے مکڑے کی خوب

خلی

وقت کا کچھ رُکا سا دھارا ہے
تم نے شاید مجھے پکارا ہے
تم جو بن جاؤ ہمسفر میرے
پھر تو کو نین بھی ہمارا ہے
زندگی تلخ جام ہے اے دوست
زیست ایسی کسے گوارا ہے
تم نہ آؤ گے یہ بھی ہے معلوم
چند یادوں کا بس ہمارا ہے
حاصل زندگی ہے وہ لمحہ
ان کے پہلو میں جو گزارا ہے
تم کو احساسِ درد کیا ہوگا
دل تمہارا تو سنگِ خارا ہے
ان کی یادوں کے چند پھولوں سے
چمن تازہ دل ہمارا ہے
لوگ کہتے ہیں اس کو بھی شبنم
سرمزگاں جو اک ستارا ہے
پھر بھی حاصل سکون نہیں آسم
عمر بھر حسرتوں کو مارا ہے



گدھے کے عزیز۔ امریکہ کے شہر شکاگو میں
ایک پادری نے مونیٹل کارپوریشن کو فون کیا اور اپنا نام
پتہ بتا کر کہا:

”میرے مکان کے سامنے ایک گدھا مڑا ہوا ہے۔
اسے اٹھوایا جائے۔“

جس شخص نے فون سنا، اسے مذاق مٹو جھانکنے لگا۔
”لیکن جناب مرنے والوں کے کفن دفن کا انتظام
تو آپ ہی لوگ کرتے ہیں۔“

”جی ہاں بے شک یہ انتظام ہم ہی لوگ کرتے ہیں۔
مگر پہلے مرنے والے کے عزیزوں سے اجازت تو لینی پڑتی ہے۔“

مرست کی، خون پیا اور پھر اس کی ٹانگوں، ہڈیوں اور
باقی جسم کو چیر بھاڑ کر جالے سے باہر پھینک دیا۔ یہ
واقعہ میرے لئے بالکل نیا تھا، شکر ہے کہ میں ایک
ملکڑا نہیں ہوں۔

۱۴۔ مارچ: سو موار۔ میں صبح سے لے کر شام
تک کھڑکی میں بیٹھا رہتا ہوں اور کلاری مونیٹ کو
دیکھتا رہتا ہوں۔ خام کوہ وہاں سے ہٹ جاتی
ہے لیکن میرے ذہن پر وہ رات کو بھی موجود رہتی ہے
جس مقصد کے لئے میں یہاں آیا تھا وہ اب پورا ہوتا
رکھائی نہیں دیتا، آخر اس میں میرا کیا قصور ہے۔

۱۵۔ مارچ: منگل۔ کچھ دنوں سے میں اور کلاری
ایک نئی قسم کا کھیل کھیلتے ہیں۔ میں آنکھوں سے اس کا
استقبال کرتا ہوں اور وہ اسی گرم جوشی سے جواب
دیتی ہے بعد میں اپنا ہاتھ کھڑکی پر رکھ دیتا ہوں۔ مجھے
دیکھ کر وہ بھی اپنا ہاتھ کھڑکی پر رکھ دیتی ہے۔ میں اپنے
ہونٹ ہلاتا ہوں وہ بھی ہلانے لگ جاتی ہے۔ میں

اپنے سر کے بال کنگھی سے درست کرتا ہوں وہ بھی
میری نقل کرتی ہے۔ میرے مسکرانے کے ساتھ وہ
بھی مسکراتی ہے اور میرے ہنسنے کے ساتھ وہ بھی ہنستی
ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے درمیان کوئی خاص قسم
کی ٹیلی پتھی کام کر رہی ہے، کیوں کہ کلاری مونیٹ میری
معمولی سی بات کو ویسے ہی دہراتی ہے اور بعض اوقات
یہ عمل اتنا تیز ہوتا ہے کہ نقل کرنے کا شبہ نہیں ہو سکتا۔
بعض اوقات میں اپنے سر کو ہلانا شروع کر دیتا ہوں
اور سر کی حرکت کو جسم کی حرکت سے بدل دیتا ہوں۔
کلاری مونیٹ بھی بغیر کسی غلطی کے ویسا ہی کرتی ہے۔
اس نے کبھی بھی ایسے معاملے میں غلطی نہیں کی، آج کل
میرے دن اس نئے کھیل میں گذر رہے ہیں۔

۱۶۔ مارچ: بدھ۔ کلاری مونیٹ سے میرے تعلقات
اب بنجیدگی اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ
میں پینٹ اور کوٹ پہن کر گلی میں جاؤں اور اس
سے ملاقات کروں، اس کے دروازے کے باہر کلاری
مونیٹ کے نام کی پلیٹ لگی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اگر
میں اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤں تو اسے دیکھ کر پتہ نہیں
میری کیا حالت ہو، شاید وہ دروازہ کھولنے نہ آئے۔
میرا خیال ہے کہ میں اسے بڑی طرح چاہنے لگ گیا ہوں
یہی وجہ ہے کہ وہ ہر وقت میرے ذہن پر سوار رہتی ہے
مجھے اس سے ملنے میں کچھ ڈر سا لگتا ہے۔ وہ حسب معمول
کھڑکی میں بیٹھی سوت کات رہی ہے اور میں پھر سے پُرانا
کھیل شروع کر دیتا ہوں۔

۱۷۔ مارچ: جمعرات۔ میں سارا دن اسی کھیل
میں مصروف رہتا ہوں۔ میں نے لوگوں سے بات
چیت بند کر دی ہے۔ اب تو میڈم ڈوبال سے بھی
گفتگو کئے کافی دن گزر چکے ہیں، میں سارا دن کھڑکی

میں بیٹھا رہتا ہوں اور اسی کھیل کو دہرایا ہوں۔
 ۱۸۔ مارچ، جمعہ۔ آج کچھ نہ کچھ ضرور ہو کر رہے گا،
 میرا خیال ہے کہ پہلوں کے ساتھ جو کچھ جیتی ہے، وہ
 میرے ساتھ بھی جیتے گی۔ میں اونچی آواز سے بول
 رہا ہوں تاکہ مجھے زندہ ہونے کا اعتبار آجائے، آج
 مجھے کچھ ڈر سا لگ رہا ہے۔ چھ بج گئے ہیں، میرے
 جسم کی تمام طاقت کسی نے سلب کر لی ہے، میں
 کرسی پر بیٹھ گیا ہوں اور اپنے پورے عزم اور ارادے
 کو بروئے کار لا کر بیٹھا ہوں، ورنہ کھڑکی ناقابلِ برداشت
 قوت سے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ میرے دل
 میں ایک دفعہ پھر سے خواہش ابھری ہے کہ کلاری مونڈ
 کے ساتھ وہی پُرانا کھیل شروع کر دوں لیکن کھڑکی
 کے قریب جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ مجھان بکنوں
 کی ٹکلی ہوئی لاشیں نظر آرہی ہیں، کھڑکی سے وحشت
 اور ظلمت ٹپک رہی ہے۔ مجھے خودکشی کرنے کی کوئی
 ضرورت محسوس نہیں ہو رہی، البتہ میں کھڑکی سے
 انجانا سا خوف محسوس کر رہا ہوں۔ دوسری طرف
 کوئی طلسمی قوت مجھے کھڑکی کی طرف بلارہی ہے...
 اب میں کھڑکی کی طرف جا رہا ہوں، کسی نے مجھے
 ٹیلی فون کیا ہے۔ میں فوراً ماؤتھ پیس سے چلایا کہ فوراً
 آجاؤ، فوراً آجاؤ، میری آواز سے سارا کمرہ گونج پڑا ہے
 میں نے اپنے ماتھے سے پسینے کو رومال سے صاف
 کیا اور پانی کا ایک گلاس پیا، اب میں کھڑکی کے پاس
 چلا گیا ہوں اور وہاں کلاری مونڈ کو آنکھوں سے
 سلام کیا، کلاری مونڈ مجھے دیکھ کر مسکرائی، پانچ منٹ
 بعد کشتروہاں آگیا۔ میں نے اسے بتایا کہ چند دنوں تک
 میں اسے تمام حالات سے آگاہ کر دوں گا۔ کشتز میری
 باتوں میں آگیا۔ باتوں باتوں میں اس نے میری غیر

دو سو روپے کا طوطا۔ ایک نیلام گھر میں

دوسری بہت سی چیزوں کے علاوہ بچرے میں بند ایک
 طوطا بھی رکھا تھا۔ ایک شخص نے طوطا پسند کیا اور پانچ
 روپے بولی دی، لیکن حیرت انگیز طور پر بولی چڑھنے لگی،
 اور دیکھتے دیکھتے دو سو روپے پر جا کر بند اس شخص نے
 طوطے کا بچہ اٹھاتے ہوئے کہا:

”یہ طوطا مجھے دو سو روپے میں بہت مہنگا پڑا
 ہے، خدا جانے یہ بولتا بھی ہے یا نہیں۔“
 ”جناب آپ کے مقابلے میں یہی طوطا بڑھ چڑھ کر
 بولی دے رہا تھا،“ جواب ملا۔

معمولی ذہنی اور جذباتی کیفیت کا اندازہ لگایا اور مجھے
 سیر کے لئے باہر لے گیا۔

۱۹۔ مارچ: ہفتہ۔ کل رات میں کشتز کے ساتھ
 سیر کرنے چلا گیا۔ راستے میں خوب دلچسپ باتیں ہوئیں۔
 باہر کی سرد اور خشک ہوا سے میرا موڈ پہلے سے کچھ بہتر
 ہو گیا۔ صبح کو اٹھ کر میں کھڑکی کے پاس گیا۔ کلاری مونڈ
 وہاں بیٹھی تھی۔ میں نے حسبِ معمول اسے سلام کیا
 لیکن اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے کچھ ناراض
 دکھائی دیتی تھی۔ شاید اسے پتہ چل گیا ہے کہ میں کل رات
 کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے پھر
 سے مسکراتا شروع کر دیا، اس طرح سے ہم میں صلح
 ہو گئی اور پھر سارا دن وہی کھیل کھیلتے رہے۔

۲۰۔ مارچ: اتوار۔ ہم سارا دن وہی کھیل کھیلتے رہے۔

۲۱۔ مارچ: سوموار۔ ہم سارا دن وہی کھیل
 دہراتے رہے۔

۲۲۔ مارچ: منگل۔ آج بھی ہم پُرانا کھیل دہراتے

رہے۔ میں کبھی اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں، شاید میں اس سوال کا جواب کبھی نہ دے سکوں۔ کئی دنوں سے ہم آپس میں گفتگو بھی کرتے رہے ہیں لیکن صرف اپنے ہونٹ ہلا کر، میرا خیال بٹیکتا تھا۔ کلاری مونڈ پھلے جوہ کو کمرے سے میری غیر حاضری پر مجھ سے ناراض تھی لیکن میں نے معافی مانگ لی ہے اور وہ دوبارہ خوش ہو گئی۔

۲۴۔ مارچ: جمعرات۔ میں نے ایک نئی چیز دریافت کی ہے، وہ یہ ہے کہ میں کلاری مونڈ سے نہیں بلکہ وہ مجھ سے کھیلتی ہے۔ کل رات میں اسی کھیل کے متعلق سوچ رہا تھا۔ میں نے پانچ ایسی پچیدہ اور مشکل جسمانی حرکات کو کلاری مونڈ کے سامنے دہرانے کے متعلق سوچا ہے جس کا اسے پہلے سے علم نہیں۔ یقیناً وہ ان حرکات کو دیکھ کر مشکل میں پڑ جائے گی اور بڑا لطف آئے گا۔ رات بھر ان حرکات کی مشق کرتا رہا۔ جسم کی یہ حرکات کافی مشکل تھیں لیکن میں نے مشق کے ذریعے ان پر قابو پا لیا ہے۔ صبح سویرے میں کھڑکی کے پاس گیا، ہم پہلے کی طرح ایک دوسرے سے ملے، میں نے رات کی یاد کی ہوئی نئی جسمانی حرکات کا عمل شروع کیا۔ میری حیرانی کی حد نہ رہی۔ جب اس نے ناقابل یقین حد تک وہی حرکات میرے ساتھ ساتھ دہرا دیں۔ تھوڑی دیر بعد کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا، تو نوکر میرے بونے کر آیا تھا۔ میں نے انہیں لے کر زمین پر رکھ دیا اور دوبارہ کھڑکی کے پاس چلا گیا۔ میری نظر کاغذ کے اس ٹکڑے پر پڑی جس پر میں نے جسمانی حرکات کا پورا نقشہ تیار کیا ہوا تھا۔ میری حیرانی کی حد نہ رہی کہ میں نے ان حرکات میں سے تو کسی کا عمل بھی نہیں کیا تھا۔ میں تقریباً کھڑا گیا میں نے کرسی کا سہارا لیا اور اس پر بیٹھ گیا۔ میں نے کاغذ کو بار

بار پڑھا، ابھی ابھی جتنی بھی جسمانی حرکات میں نے کھڑکی کے پاس کی تھیں ان میں کوئی بھی میری نہیں تھیں۔ ایک دفعہ پھر سے میں نے اپنی وضع کی ہوئی حرکات کو یاد کیا اور پوری قوت سے انہیں کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے اپنی انگلی سے ناک کی نوک کو چھونا چاہا، لیکن کسی انجانی طاقت سے مجبور ہو کر میں نے اپنی انگلی حسب معمول کھڑکی کے شیٹے پر رکھی، میں اپنے بالوں پر ہاتھ رکھنا چاہتا تھا، لیکن وہ کھڑکی پر جا پڑے، مجھ پر واضح ہو گیا کہ کلاری مونڈ میرے اشاروں پر نہیں چلتی، بلکہ میں اس کے اشاروں پر چلتا ہوں، میں نے کئی اور تجربے بھی کئے۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو جیب میں ڈال لیا اور اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ میں ان کو جیب سے نہیں نکالوں گا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرایا۔ اس نے اپنی دائیں انگلی سے مجھے اشارہ کیا اور ناراضی کا اظہار کیا، میں نے ہاتھ کو جیب سے نکالنے سے انکار کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد محسوس کیا کہ میرا دایاں ہاتھ باہر نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میری انگلیاں ڈھیلی پڑ گئیں اور ہاتھ باہر آ گیا۔ کلاری جو چپتی مجھ سے کروالیتی۔ میں مکمل طور پر اس کے زیر اثر آچکا ہوں۔

۲۵ مارچ: جمعہ۔ میں نے ٹیلی فون کا تار کاٹ دیا ہے خواہ مخواہ بوڑھا کشنر مجھے فون پر تنگ کرے گا۔ میں کیوں لکھ رہا ہوں؟ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انجانی طاقت مجھ سے لکھوا رہی ہے۔ پہلے کی طرح ہم کھڑکی کے پاس کھڑے تھے۔ آج وہ مجھ سے نئی قسم کی حرکات کا عمل کروا رہی ہے۔ پہلے تو کچھ دیر کے لئے میں ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا لیکن کوئی سلسلی قوت مجھے بالکل لاچار کر دیتی ہے اور مجھے وہی کچھ کرنا پڑتا ہے جو وہ چاہتی ہے۔ ہم کھیلے رہے۔ تھوڑی دیر کے لئے

مسکراہٹیں

ثانی کی تلاش۔ وکیل (جرح کے انداز میں)

بیگم صاحبہ جب آدمی رات کو آپ کی آنکھ کھلی اور اپنے دیکھا گھر کا سارا سامان تپٹ بے پکڑے ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ میزوں کی درازیں الٹی ہوئی ہیں۔ تو اس وقت اپنے یہ سوچا کہ چور گھر میں گھس آئے ہیں؟ بیگم صاحبہ جی نہیں! میں سمجھی میرے میاں صبح صبح اپنی ثانی تلاش کر رہے ہیں۔

یادداشت۔ ڈاکٹر صاحب! براہ کرم میرا ٹھیک ٹھیک علاج کیجئے، مریض نے التجا کرتے ہوئے کہا: ”مجھے کوئی بات ایک منٹ کے لئے بھی یاد نہیں رہتی“ ”ایسا کب سے ہے؟“ ماہر نفسیات نے پوچھا۔ ”کیا کب سے؟“ مریض نے حیرت سے کہا۔

رچرڈ براق مونٹ — براق مونٹ — براق مونٹ۔ میں اس کی طرف ضرور دیکھوں گا — ضرور — ضرور — کمشنر نے جب اُسے کئی دفعہ فون کیا اور اس کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ خود کمرہ نمبر ۷ میں پہنچا وہاں اس نے رچرڈ براق مونٹ کو کھڑکی کے ہتکے ساتھ لٹکے دیکھا۔ اس کے چہرے پر وحشت تھی۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے باہر نکل آئے تھے، ہونٹ علیحدہ ہو چکے تھے اور دانت سختی سے جڑے ہوئے تھے، ان کے درمیان ایک بہت بڑی سگریٹ چبٹی ہوئی تھی۔ میز پر اس کی ڈائری پڑی تھی۔ کمشنر نے اسے پڑھا اور گلی والے مکان میں، جہاں کلاری مونڈ رہتی تھی، گیا، اسے پتہ چلا کہ سامنے والا مکان تو برسوں سے خالی پڑا ہے اور وہاں کوئی نہیں رہتا۔

وہ اپنی جگہ سے اسٹی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کمرے میں اندھیرا چھا چکا تھا اس لئے میں اسے دیکھ نہ سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندھیرے میں غائب ہو چکی ہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ٹیلی فون کا ریسیور تھا۔ مسکراتے ہوئے اس نے اسے کھڑکی کے قریب رکھا اس کا تار کاٹا اور دوبارہ وہیں رکھ دیا۔

میں میز پر بیٹھا ہوں، میں نے ابھی چائے پی ہے اور نوکر برتن اٹھا کر چلا گیا ہے۔ میں نے اس سے وقت پوچھا تھا۔ میری اپنی گھڑی بند ہو چکی ہے۔ اس نے بتایا کہ سوا پانچ بج چکے ہیں۔ میں کھڑکی کے پاس جاتا ہوں۔ کلاری مونڈ وہاں کھڑی مسکرا رہی ہے۔ وہ اب پردوں کے پیچھے جا رہی ہے۔ پردوں کی سرخ رنگ کی رسی اتارتی ہے وہ اس کی گرہ باندھ رہی ہے اسے ہتک سے لٹکا رہی ہے۔ مجھ پر عجیب و غریب قسم کی وحشت طاری ہے۔ کوئی طاقت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں بھی ایسا ہی کروں لیکن میں ایسا نہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ عجیب قسم کی کشمکش میں ذہن الجھ چکا ہے۔ کسی طلسمی قوت سے مجبور ہو کر میں کھڑکی کی طرف بھاگتا ہوں۔ میں نے پردوں والی سرخ رسی اٹھالی ہے، اس کی گرہ باندھ لی ہے اور اسے ہتک سے لٹکا دیا ہے۔ اب میں کھڑکی کی طرف نہیں دیکھوں گا۔ میں اب کاغذ کے اس ٹکڑے پر نظر رکھوں گا۔ میں بلند آواز سے ہنس رہا ہوں شاید کوئی چیز میرے اندر مسکرا رہی ہے، میں اسے دیکھنا نہیں چاہتا لیکن مجبور ہوں، میں لکھنے میں مصروف ہوں تاکہ کچھ وقت اس طرح سے گزرتے۔ پتہ ہے کہ اگر میں نے اس کی طرف دیکھا تو مجھے خود کشی کرنا پڑے گی۔ مجھے کچھ لکھنا چاہئے، چلو اپنا نام ہی ہے،